OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
الثقافة الإسلامية
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
SZIC
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

غیر مسلموں سے تعلقات کے احکام؛ تفسیر حقانی اور تفسیر ماجدی کا تقابلی مطالعہ

Rulings on relations with non-Muslims A comparative study of Tafsir Haqqani and Tafsir Majidi

Prof. Dr. Muhammad Abdullah Abid
Mohi-Ud-Din Islamic University Nerian Sharif AJK
dr_abdullah2002@hotmail.com

Javed Iqbal
Ph.D Scholor, Mohi-Ud-Din Islamic University Nerian Sharif AJK
ijaved750@gmail.com

Dr. Hafiz Ghulam Anwar Al-Azhari
Associate Professor & Head Department of Islamic Studies Mohi-Ud-Din Islamic University Nerian Sharif AJK
anwaralazhari@gmail.com

Abstract:

Islam is the religion of peace,religioustolerance,brotherhood,independence and humanity.In Islamic history,we found mutual peaceful existence between Muslims

and non-muslims fourteen centuries ago. .Allah Almighty does not forbid Muslims from dealing justly with those who do not fight Islam or oppress Muslims. Indeed, He enjoins Muslims to do favors for them. Obviously, doing favors is more than just dealing justly, because it gives people more than what they deserve.As mentioned above, the ultimate goal of Islam is to establish peace and to bring about happiness for all beings in both this world and the eternal one in the hereafter.In case some people refuse to cooperate in achieving peace and happiness in the hereafter, Muslims should still cooperate with them to maintain peace and happiness in this world. This article describes the above said notion in light of two famous Interpretations of Holy Quran ; Tafseer e Majidi and Tafseer e Haqani. Both the interpretations are replete with exapmles of relationship with non muslim in light of Holy Quran and Sunnah.

KEY WORDS: Rulings on relations with non-Muslims A comparative study of Tafsir Haqqani and Tafsir Majidi

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ ہندوستان کی ایک علمی شخصیت ہیں۔ آپ ہندوستانی ادب کے معمار، قافلہ ادباء کے سالار اور آسمانِ دعوت واصلاح اور تزکیہ وسلوک کے نیر تاباں تھے۔ آپ کی زندگی صدق وصفا کی کتاب تھی، آپ نے فلسفہ سے شعوری زندگی کی بسم اللہ کی اور قرآن پاک پر آپ کے فکر و قلم نے تمت بالخیر لکھی۔ آپ نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جب انگریزی تسلط کے زیر اثر عقل پرستی کا غلبہ تھا، سائنس و ٹیکنالوجی کی نت نئی دریافت اور انکشافات نے طرز فکر کو بدل دیا تھا اور سوچنے کی نئی راہیں وا کی تھی، مرعوبیت اور مغلوبیت پسند اذہان الٰہیاتی وماورائی حقائق کو بھی مغربی تلاش وتحقیقات کے آئینے میں دیکھنے کے عادی تھے۔[1]

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اساتذہ سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے ۱۹۰۸ء میں کیننگ کالج لکھنؤ میں داخلہ لیا جو بعد میں چل کر لکھنؤ یونیورسٹی میں تبدیل ہوا۔ جب آپ فلسفہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، آپ پر الحاد کا غلبہ ہوا۔ لیکن 1916ء میں ہی اللہ نے ہدایت دی اور الحاد سے رجوع کر لیا۔[2]

1974ء میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس بیماری سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اور 6 جنوری 1977ء کو دریاباد میں ہی وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔[3]

علامہ عبد الحق حقانی مفسر قرآن، جلیل القدر فقیہہ اور مایہ ناز عالم دین تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی تعلیم و تعلم اور خدمت دین میں گزار دی۔ آپ کی تصانیف بھی مایہ ناز ہیں۔[4] مولانا عبد الحق حقانی قصبہ گمتھلہ گڈھو (رانا بہاء الدین) میں ۲۷ رجب ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔[5] آپ حضرت عبد اللہ شاہ صاحب کے مشہور اور مایہ ناز تلامذہ میں سے تھے۔ قرآن مجید اور ابتدائی کتب اردو، فارسی، صرف و نحو وغیرہ خود عبد اللہ شاہ صاحب نے پڑھائیں۔ ۱۲۷۷ھ میں جب آپ کی عمر بارہ (۱۲) سال تھی شاہ صاحب کی ہدایت کے مطابق مولانا کو تحصیل علم کیلئے دہلی حضرت آخوند شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں بھیجنا تجویز ہوا۔[6] کلکتہ میں قیام کے دوران وہاں کی آب و ہوا نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا چنانچہ ۱۹۱۶ء کے آخر میں علیل ہو کر دہلی تشریف لے آئے اور ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء اکہتر سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔[7]

علامہ حقانی اور علامہ دریابادی میں قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں ہی تقابل ادیان کے ماہر اور اس فن میں ید طولی رکھنے والے تھے۔ دونوں مفسرین نے الحاد، عیسائیت، یہودیت اور استشراق کو بڑے قریب سے دیکھا اور ان کے بارے میں اپنی اپنی تفاسیر میں مکمل تفصیل سے لکھا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں دونوں مفسرین کی غیر مسلموں سے تعلقات کے حوالے سے آراء کا تقابل کیا گیا ہے۔

عصر حاضر میں دوستی اور تعلقات کے عنوان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں رہا۔ دوستی اور تعلقات کی پالیسی سے نہ صرف صرف یہ کہ باہمی مزاج بلکہ ملک کی ترقی کا بہ خوبی اندازلگایا جاسکتا ہے۔ اسلام میں دوستی، انفرادی اور باہمی تعلقات کے قوانین واصول نہ صرف ماضی سے قابل قبول رہی ہیں، بلکہ عصر حاضر میں بھی ان کی اہمیت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں سے انفرادی تعلقات کے حوالے سے نہ تو کلی طور پر منع کر دیا ہے اور نہ ہی اسلام میں اس کی کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ بلکہ اسلام نے اپنے معیار، انفرادیت، اہمیت اور روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر مسلموں سے انفرادی تعلقات کی اجازت دی ہے

اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ انفرادی تعلقات کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "تعلقات" کے معنی و مفہوم سے آگاہی حاصل کرلی جائے۔ عربی زبان میں تعلقات کے لفظ سے "قرابۃ" یا "نسب" وغیرہ کے معنی استعمال ہوتے ہیں۔[8] جب کہ "تعلقات" کے لیے انگریزی میں "Relationship" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔[9]

بہر حال عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں اس کا مفہوم ایک ہی ہے، جس کا معنی روابط قائم کرنا یا کسی ایک شخص کو دوسرے شخص کے ساتھ باہم میل ملاپ کرنا شامل ہے۔ فیروز اللغات کے مصنف کے مطابق لغت کے ساتھ ساتھ اصطلاحی طور پر بھی دوستی اور تعلقات کے الفاظ وسیع مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کے ساتھ یا ایک ملک کا دوسرے ملک کے

ساتھ تعلق ہو، اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ دوست عام طور پر خیر خواہ یا محبوب کی اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے جب کہ تعلق، تعلقات کی واحد، واسطے، مراسم یا عزیز داریاں، کی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔[10]

غیر مسلموں سے تعلقات کے حوالے سے تفسیر حقانی و تفسیر ماجدی سے تقابلی نظائر

اللہ تعالی نے غیر مسلم والدین کے حوالے سے خصوصی حکم فرمایا ہے. اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:[وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙفَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا .][11] (اور اگر وہ تجھ ہی سے اس بات پر اڑ پیدا کریں کہ تو میرے ساتھ شریک بنادے کہ جس کو تو جانتا بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور (ہاں) دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے پیش آ۔)

اسلام نے والدین کے حقوق کا اتنا زیادہ خیال رکھا ہے کہ غیر مسلم ہونے کے باوجود اولاد کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ والدین کی نافرمانی نہ کریں۔ یہ تنقید گانے کا مقصد یہ ہے کہ کہیں اولاد یہ سوچ کر کے والدین کافر ہیں، ان کے حقوق کی پاسداری سے غافل نہ ہو جائے۔ قرآن مجید کی درج بالا آیت سے والدین کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ غیر مسلموں کے انفرادی حقوق کے حوالے سے اتنی سخت تاکید کسی اور غیر مسلم کے یہ نہیں لگائی گئی ہے۔

علامہ حقانی نے اس حوالے سے لکھا ہے کہ جب تک والدین اللہ کے ساتھ شرک یا اللہ کی نافرمانی پر مجبور نہ کریں، اس وقت تک ان کی اطاعت کرنی ہے اور اگر وہ شرک پر ابھاریں تو ان کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ آپ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ماں باپ کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اس وقت ان کا حکم ہرگز نہ ماننا چاہیے لیکن ایسی حالت میں بھی وصاحبہما فی الدنیا معروفا کہ دنیا میں ان سے سعادت مندانہ طریقہ سے پیش آ۔ گو وہ مشرک و کافر ہی کیوں نہ ہوں، مگر تاہم ان کا ادب کر 'کھانے پینے کی تکلیف نہ دے۔[12]

علامہ حقانی کے درج بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ کافر والدین کی اس حالت میں ادب بجالانا ضروری ہے جبکہ وہ انسان کو شرک پر ابھار رہے ہوں۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مثالیں ملتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ علامہ حقانی نے انہیں اپنی تفسیر میں ذکر کیا بھی کیا ہے۔

اسی آیت کے تحت علامہ دریابادی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

اطاعت والدین اپنی جگہ پر نہایت اہم اور ضروری شئے ہے۔ بلکہ اسلام کی مجلسی و معاشرتی زندگی کی تو بنیاد ہی اتحاد زوجین کی طرح اطاعت والدین پر ہے۔ لیکن جب توحید پر زد پڑ رہی ہو تو وہاں یہ فریضہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور اطاعت عین معصیت بن جائے گی .....وصاحبهما فی الدنیا معروفا"۔ یہ حکم اس حال میں بھی قائم ہے کہ دنیوی حاجات و معاملات یعنی خور دو نوش وغیرہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک برابر جاری رہے والدین کی شکر گزاری بہر صورت واجب ہے، بجز اس کے کہ وہ شکر گزاری اللہ کی ناشکری کے مستلزم ہو جائے۔[13]

علامہ دریابادی ہوں یا علامہ حقانی، دونوں نے اپنے اپنے انداز میں ایک ہی بات کی ہے کہ، والدین کی اطاعت لازم ہے۔ نیز جب معاملہ توحید اور للّٰہیت کا آجائے تو پھر مشرک و کافر والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے توحید پر ہی قائم رہا جائے گا۔ البتہ یہ ضروری اور لازم ہے کہ دنیاوی معاملات میں ان کی اطاعت جاری رکھی جائے۔ جیسا کہ علامہ دریابادی نے کہا ہے کہ بہر صورت مشرک و کافر والدین کے ساتھ حسن سلوک جاری رکھا جائے گا اور ان کی شکر گزاری بجالائی جائے گی۔

بہر حال درج بالا بحث سے یہی واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کے غیر مسلم والدین کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اس کے مسلم والدین کا ہے۔ لہٰذا ہر مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے غیر مسلم والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

غیر مسلموں پر خرچ کرنا

اسلام میں ضرورت مند غیر مسلموں پر خرچ کرنے کے حوالے سے ترغیب موجود ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرام غیر مسلم ضرورت مندوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف 'تالیف قلب' ہے، جو غیر مسلموں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام اس نکتہ نظر سے غیر مسلموں پر صدقہ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا:[وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔][14](اور تم جو کچھ بھی اچھی چیز اپنے رب کی رضا کے لیے دیتے ہو تو اپنے ہی بھلے کے لیے کرتے ہو اور تم تو صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے خرچ کیا کرتے ہو اور جو کچھ تم خیرات کرو گے تو پوری پوری تم کو ملے گی (یعنی اس کا ثواب) اور تمہارا کوئی حق رکھا نہ جائے گا۔)

شروع شروع میں مسلمان اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور دوسرے غیر مسلم محتاجوں کی مدد کرنے میں غور و فکر اور تامل کو بروئے کار لاتے تھے۔ ان ذہن میں یہ بات تھی کہ صرف مسلمان محتاجوں کی مدد کرنا ہی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس آیت کے مفہوم

میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں ہدایت اتار دینے کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ آپ نے حق بات کی تبلیغ کر دی آگے ان کو راہ راست سمجھا دینا اللہ کا کام ہے۔ اگر مسلمان دنیوی مال و متاع سے ان کی ضروریات کو پورا کریں گے تو اللہ کی رضا کے لیے تم جس حاجت مند کی بھی مدد کروگے اللہ تمہیں اس کا اجر ضرور عطا فرمائے گا۔

درج بالا آیت مبارکہ کے شان نزول سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں پر خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ رب تعالی کی بھی منشا یہی ہے کہ ان پر خرچ کیا جائے۔ صاحب تفسیر ماجدی، علامہ دریابادی اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

شان نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بعض دفعہ کسی کافر مشرک صاحب حاجت کو خیرات دینے سے اس مصلحت سے رک جاتے تھے کہ شاید یہ احتیاج ہی کی بنا پر اسلام قبول کرلیں۔ آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ اتنے بعید اہتمام کی ضرورت نہیں محض تبلیغ کافی ہے۔ فقہاء امت نے کہا کہ کافر کو خیرات دینا بالکل جائز ہے بشرطیکہ وہ حربی نہ ہو۔ المراد اباحۃ الصدقۃ علیہم و ان لم یکونوا علی دین الاسلام وقدروی ذلک عن جماعۃ من السلف (جصاص) حدیث میں جو آیا ہے کہ تیرا کھانا خاص متقی کھایا کریں۔ مراد اس سے طعام دعوت ہے اور آیت میں طعام حاجت، پس تعارض کا شبہ نہ کیا جائے۔[15]

علامہ دریابادی کے مذکور اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی حاجت ضروریہ کا ہونا ہی کافی ہے۔ اس بات کا انتظار کرنے کی ضروری نہیں کہ وہ مجبور ہو کر آپ کے پاس آئے اور آپ یہ سوچ کر اسے نہ دیں کہ یہ مجبور ہر کر اسلام قبول کرلے پھر اس کو دیں گے۔ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی منشا اور اس کی رضا کے لیے غیر مسلم کو دے دینا چاہیے۔ نیز کبھی ذہن میں یہ تردد بھی پیدا ہوتا ہے کہ غیر مسلم کو دیں گے تو شاید مال ضائع ہو جائے گا اور صدقہ ادا ہی نہیں ہو گا۔ اس آیت میں اس بات کی بھی نفی کر دی گئی ہے۔

علامہ حقانی نے اسی مفہوم کو زیادہ واضح اور جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

یہ خیرات کی بابت چوتھا حکم ہے جس طرح پہلی آیتوں میں خیرات میں دینے کے قابل چیزوں کا بیان تھا اس میں ان لوگوں کا بیان ہے کہ جن کو خیرات دینی چاہیے۔ صحابہ یا خود نبی کریم مشرکین اور بت پرستوں کو دینے میں کوتاہی کیا کرتے تھے۔ ان کی بت پرستی سے نفرت کرکے اس پر حکم آیا کہ تم ہر ایک محتاج کو دو خواہ مومن ہو خواہ کافر بدکار ہدایت پر لانا آپ کا ذمہ نہیں کہ آپ ان کو ایسی باتوں سے مجبور کرکے مسلمان کریں۔ ایمان اور ہدایت اس کے قبضہ میں ہے جس کو چاہتا ہے نصیب کرتا ہے۔ تم شوق سے دو تم کو

ان کی بت پرستی سے کیا؟ تم تو خاص اللہ کی رضامندی کے لیے دیتے ہو۔ اب جو کچھ تم دو گے پاؤ گے ان کو کیا دیتے ہو اپنے لیے جمع کرتے ہو۔ یہ سب خدا تم کو واپس دے گا کچھ نہ لے گا۔[16]

درج بالا اقتباس میں مفسر نے "کوتاہی" کا لفظ استعمال کیا ہے جو در حقیقت شان رسالت کے لائق نہیں لیکن چونکہ اردو محاورہ میں یہ لفظ عام استعمال میں آ گیا ہے، اس لیے مصنف نے یہ لفظ استعمال کر لیا ہے۔ بہر حال یہاں یہ بات واضح ہے اور اس پر علامہ دریابادی اور علامہ حقانی، دونوں کا ہی اتفاق ہے کہ صحابہ کرام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ توجہ اسی بات پر فرمایا کرتے تھے کہ صدقہ وغیرہ مسلم حاجتمندوں کو ہی دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ صدقہ ہر ضرورت مند کو دینا چاہیے۔ غیر مسلموں کے اعتقاد اور کفر کو دیکھ کر ان کو صدقہ دینے اور ان کی مالی ضرورت کو پورا کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اس کسی کو بھی مال دیتے ہوئے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اللہ کی رضا کو ہی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ محض دکھاوے اور نام و نمود کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں پر نفلی صدقات خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دی ہے۔ زکوٰۃ ان پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ یہی بات علامہ کاندھلوی نے اپنی تفسیر معارف القرآن[17] نے بھی بیان کی ہے۔ البتہ تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ بھی خرچ کی جاسکتی ہے۔ لیکن تالیف قلب کے حوالے سے احتیاط اور مکمل تحقیق لازم ہے کہ جن کو زکوٰۃ دی جارہی ہے کہ اسلام قبول کر بھی لیں گے یا نہیں۔ لیکن نفلی صدقات میں ایسی کوئی تدبیر ضروری نہیں ہے۔ بہر حال اسلام نے غیر مسلموں پر خرچ کرنے کے حوالے سے سختی کے بجائے نرم رویہ اور انسانیت کے احترام کا عنصر مد نظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار غیر مسلم اسلام کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ نیز یہ بات بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ صدقات صرف ایسے غیر مسلموں کو ہی دیے جاسکتے ہیں جو غیر مضر اور امن پسند ہوں۔ شریر اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والے غیر مسلموں کو یہ صدقات یا ان کی مالی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ ہمارے فقہاء نے بھی اس سے منع کیا ہے اور مفسرین کرام نے بھی یہی لکھا ہے کہ غیر مسلم حربی کو صدقہ یا مالی مدد دینا جائز نہیں۔ جیسا کہ عصر حاضر کے مشہور مفسر علامہ سعیدی اس حوالے سے اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نفلی صدقات ذمی کافروں کو دیئے جاسکتے ہیں یعنی جو کافر مسلمانوں کے ملک میں حکومت کی امان کے ساتھ رہتے ہیں اور اہل ذمہ کے حکم میں ہیں ان کو نفلی صدقات دیئے جاسکتے ہیں اور صدقات فرضیہ غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہے اور حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔[18]

عدل و انصاف کا معاملہ

اسلام میں عدل و انصاف کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ عادل کا معنی کسی چیز کو اس کے جائز اور اس مقام پر رکھنا ہے۔ اسلام نے جہاں مسلمانوں کے ساتھ اگر آپ کا حکم دیا ہے، وہیں غیر مسلموں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کی تلقین کی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں تمام انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا، مسلمانوں کا مطلوب رویہ ہے، خواہ وہ کفار ہوں یا مشرکین۔ وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ساتھ ظلم نہیں کرتے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنا کافی تعلیمات میں شامل ہے۔ ایسے غیر مسلم خصوصا اہل کتاب جو غیر مضر اور امن پسند ہیں، ان سے عدل و انصاف کا معاملہ کرنے کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

[لَا يَنْهاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ -] [19]

اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بیشک اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے۔

مفسرین کرام نے اس آیت کی روشنی میں لکھا ہے کہ غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات جائز ہیں۔ ان کے تحفے وغیرہ بھی قبول کیے جاسکتے ہیں اور ان کی کھانے کی دعوت جبکہ کھانا حلال ہو، قبول کی جاسکتی ہے۔ علامہ عبد الماجد دریابادی رقمطراز ہیں:

اور انصاف کا اولین مقتضی یہ ہے کہ ہر شخص سے معاملہ اس کے درجہ وحیثیت کے لائق کیا جائے۔ یہاں بر وقسط (حسن سلوک وعدل) سے مراد ان کا عام و مطلق مفہوم نہیں کہ وہ تو بہر صورت ہر انسان بلکہ ہر حیوان کے لئے واجب ہے، بلکہ مراد اس شفقت ورعایت کے برتاؤ سے ہے۔ جو ذمی یا مصالح ہونے کی بناء پر کافر کے ساتھ بھی لازم آتا ہے گویا بالواسطہ یہاں یہ ارشاد ہوا کہ شفقت ورعایت کا برتاؤ ذمی اور مصالح کے حق میں جائز ہے۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ بعض بزرگوں کی جو عادت کافروں سے نرمی، ملاطفت برتنے اور ان کے ہدیے اور تحفے قبول کرلینے کی ہے، اس کی سند یہاں سے نکل آتی ہے۔[20]

علامہ ماجدی کے نزدیک تو عدل و انصاف ہر ایک کے لیے واجب ہے۔ یہاں اس سے مراد غیر مسلموں سے شفقت اور نرمی کا برتاؤ ہے۔ یہاں انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے جو بزرگ غیر

مسلموں سے ہدیہ اور تحفے قبول کرتے ہیں، اس کی بنیاد یہی آیت ہے۔ لیکن یہ رعایت خاص غیر مضر کافروں کے لیے ہے۔ جیسا کہ علامہ دریابادی نے مزید لکھا ہے کہ محارب اور سازش کرنے والے غیر مسلموں کے احکام ذمیوں کے احکام سے بالکل مختلف ہیں۔[21]

علامہ حقانی درج بالا آیت کی تفسیر میں کچھ یوں رقمطراز ہیں کہ:

جو لوگ تم سے لڑے نہیں نہ انہوں نے تم کو گھروں سے باہر کیا ان سے احسان و انصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا۔ احسان و انصاف ان سے کرو، مگر دوستی و محبت اور چیز ہے وہ نہیں۔ اور جنہوں نے تم سے لڑائی کی، گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور ان کے حلیف قبائل ان سے دوستی کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔ تولّٰی دوستی باک سے کردن (صراح) احسان اور عدل کرنے کی بابت ان لوگوں سے کچھ نہیں فرمایا۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے اس کی بھی ممانعت ہے۔[22]

دونوں مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ بے ضرر اور عام کافروں سے مناسب حد تک تعلقات رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کی مخالفت کرتے ہیں، یا اس کے خلاف سازشوں کا حصہ ہیں ان سے تعلقات رکھنے کی ممانعت ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت

اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں سے متعلق تعلقات ختم کرنے کا کبھی حکم نہیں دیا۔ بلکہ بعض حالات میں اسلام میں ایسی صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام غیر مسلموں خصوصا اہل کتاب سے تعلقات کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ مثلاً اسلام میں غیر مسلم کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۔[23]

آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے۔

درج بالا آیت مبارکہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ علماء و مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔ جیسا کہ تفسیر مجاہد میں لکھا ہے کہ

عَنْ مُجَاهِدٍ: فِي قَوْلِهِ: {وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلٌّ لَكُمْ} قَالَ: «يَعْنِي ذَبَائِحَهُمْ حِلٌّ لَكُمْ»[24]

مجاہد سے مروی ہے کہ (اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے) سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔

عصر حاضر کے مشہور مفسر، ڈاکٹر وھبہ زحیلی کی تفسیر سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے:

ویستفاد من آية الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ما يأتي----- إباحة الأكل من ذبائح أهل الكتاب (اليهود والنصارى) . ولا خلاف بين العلماء أن ما لا يحتاج إلى ذكاة كالفاكهة والبرّ، يجوز أكله، إذ لا يضر فيه تملك أحد.[25]

اس آیت سے جو حکم مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ۔۔۔۔ اہل کتاب کا ذبیحہ یعنی یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے۔ اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس میں ذبحہ نہیں ہے جیسے کہ پھل اور گندم وغیرہ تو اس کا کھانا جائز ہے۔ جب کسی کی ملک ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہو۔

درج بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان دیگر کھانا جس میں ذبح کی ضرورت نہیں، جائز ہے لیکن جب وہ شریعت کے کسی حکم کے برعکس ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اردو مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تفصیل سے وضاحت کی ہے۔ علامہ عبد الماجد دریابادی اس کی تفسیر میں فقہی مباحث کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

مسلمان رک رہے تھے، کہ معلوم نہیں ہمارے لئے جائز بھی ہے یا نہیں کہ ہم کتابیوں کو اپنے کھانے میں سے کھلا سکیں، یہاں تصریح کر دی گئی کہ بے تکلف جائز ہے۔ فلاجناح عليكم ان تطعموهم (مدارک) ای ويحل لكم ان تطعموهم من طعامكم (کبیر) یہ صراحت اس لیے بھی ضروری تھی کہ نکاح کا بیان معا بعد آرہا ہے۔ ذبیحہ تو طرفین سے حلال ہے۔[26]

علامہ دریابادی کے بقول ابتدا مسلمان اہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے، اپنے کھانے میں سے ان کو کھلانے اور ان کے ذبیحہ کو کھانے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ ہچکچاہٹ دور کر دی اور انہیں باور کرادیا کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ غیر مسلموں سے تعلقات کے حوالے سے قرآن مجید کی یہ آیت واضح طور پر باور کراتی ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے جاسکتے ہیں۔ اور ضرورت کے وقت ان کے ساتھ کھانا بانٹا بھی جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان تعلقات میں شرعی حدود کا قائم رہنا ضروری ہے۔ جیسا کہ امام ابو بکر جصاص نے لکھا ہے کہ

قال ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد وز فرمن كان يهوديا اونصرانيا من العرب والعجم فذبيحته مذكاة اذا سمى الله عليها وان سمى النصرانى عليها اسم المسيح لم توكل۔[27]

امام ابو حنیفہ، صاحبین اور امام زفر نے کہا کہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی ہو عرب کا ہو یا عجم کا، اس کا ذبیحہ حلال ہے جب اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ اگر کسی عیسائی نے ذبیحہ پر مسیح کا نام لیا تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

امام جصاص نے جو ذکر کیا ہے، اس کی اہمیت اپنی جگہ بہت زیادہ ہے کہ اس سے شریعت کی حدود قائم ہوتی ہیں۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبیحہ کو حلال کر کے یہ راستہ بتایا ہے کہ ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات قائم رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ حقانی نے اس حوالے سے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل کتاب کے کھانوں کو کچھ اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

طعام اہل کتاب میں جمہور مفسرین کے تین قول ہیں (۱) ان کے ذبائح (۲) ان کے ہاں کی روٹی اور میوے وغیرہ۔ وہ چیزیں جن میں ذبح کی حاجت نہیں پڑتی اور یہ قول بعض آئمہ زیدیہ سے منقول ہے (۳) عموماً ذبح و دیگر مطعومات طیبہ اول قول قوی ہے بقرینہ مقام۔[28]

علامہ حقانی کے نزدیک اہل کتاب کے کھانے کو جو حلال قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد ہر قسم کا کھانا نہیں ہے بلکہ بعض کھانے مراد ہیں جو اسلامی شریعت کی حدود کے مطابق ہوں۔ علامہ امین احسن اصلاحی کی تفسیر کا درج ذیل اقتباس بھی قابل توجہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اہل کتاب سے معاشرتی تعلقات، ان کا کھانا اور ان کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس میں شرعی احکامات اور احتیاطوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔آپ لکھتے ہیں:

اہلِ کتاب کا کھانا اسلامی حدود حلت و حرمت کی پابندی کے ساتھ جائز ہے: اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کو اہل کتاب کے کھانے پینے کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت جو دی گئی ہے وہ اس وقت دی گئی ہے جب ان کو اس باب کی آخری ہدایات سے آگاہ کیا جاچکا ہے، جب حلال و حرام دونوں اچھی طرح واضح کر دیے گئے ہیں، جب اہل کتاب اور مشرکین دونوں بدعات کی تفصیل ان کو سنا دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سارے اہتمام کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا تھا کہ تم دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات رکھو لیکن حلت و حرمت کے ان حدود کی پابندی کے ساتھ جو تمہارے لیے قائم کر دیے گئے ہیں۔ اس آیت میں 'الیوم' کا لفظ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اب تمہیں خبیث و طیب کا پورا امتیاز حاصل ہو چکا ہے اس وجہ سے تمہیں یہ اجازت دی جا رہی ہے۔ یہ خطرہ نہیں رہا کہ تم ان کے دستر خوان پر بیٹھ کر کسی حرام یا مشتبہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔[29]

درج بالا بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ نے اہل کتاب کے ذبیحہ کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو کو حلال قرار دیا ہے یعنی مسلمان اس کو کھا سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تعلقات بہتر رکھنے کی ہدایت کہیں نہیں ملتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنی خصلت اور صفت میں اچھے اور اعلی تعلقات کی حمایت کرنے والا دین ہے۔

بین المذاہب نکاح کی اجازت

اسلام نے اہل کتاب غیر مسلموں سے تعلقات استوار رکھتے ہوئے، ان کی عورتوں سے مسلم مردوں کے نکاح کی اجازت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔[30]

پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں۔

اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت کے ساتھ ایک تو پاکدامن کی قید ہے۔ آیت میں محصنات کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی عربی لغت و محاورہ کے اعتبار سے آزاد عورتوں (جو کنیزیں نہ ہوں) کے بھی ہیں اور عفیف و پاکدامن عورتوں کے بھی۔ یہاں یہ دونوں معنی مراد ہوسکتے ہیں۔ مگر جمہور علماء و صحابہ و تابعین کے نزدیک یہاں عفیف و پاکدامن عورتیں مراد ہیں۔ پس جس طرح عفیف و پاکدامن مسلمان عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح اہل کتاب کی عفیف و پاکدامن عورتوں سے بھی مسلمان مردوں کا نکاح جائز ہے۔ یہی اسلام کی خوبی ہے کہ ان نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال کر کے، مسلمانوں اور غیر مسلموں کی آپس کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کی راہ دکھائی ہے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

مسلمات اور کتابیات دونوں کے درمیان اصلا قدر مشترک سلسلہ وحی و نبوت پر ایمان ہے۔ یہود اور نصرانیوں کے اعمال کیسے ہی فاسقانہ ہوں، اور بعض عقائد کیسے ہی غالیانہ ہوں، بہر حال اصلا وہ لوگ توحید ہی کے قائل ہیں اور سلسلہ وحی و نبوت کے ماننے والے، اور عقائد کے باب میں یہی دو عنوانات اہم ترین ہیں۔ البتہ یہ خیال رہے کہ "نصرانیت "موجودہ یوروپی قوموں کی مسیحیت کے مرادف نہیں۔ نکاح کتابیوں کے ساتھ بالکل جائز ہے، نفس جواز میں کوئی گفتگو اس نص کے بعد چل ہی نہیں سکتی۔[31]

علامہ دریابادی کے درج بالا اقتباس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کے درمیان توحید قدر مشترک ہے۔ اسی قدر مشترک کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ مسلم مردوں کے نکاح کی اجازت دی ہے۔ نکاح ایک ایسی اکائی ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے خاندان اور نسل کی ابتدا کرتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا سب سے اہم باب ہے۔ اور یہ باب باہم محبت و موادت کے چل ہی نہیں سکتا۔ اس لیے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ مسلم مردوں کے نکاح کے اس حکم اور اس کی

اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عام اور غیر ضرر غیر مسلموں کے کسی صورت خلاف نہیں بلکہ ان کی حمایت کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ دریابادی نے مذکور آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

نکاح اسلام میں کوئی ضمنی اور ثانوی حیثیت کی چیز نہیں، ایک اہم اور زبردست اخلاقی، اجتماعی، روحانی ادارہ ہے اس کے منافع و مصالح فرد کے، خاندان کے، معاشرہ کے، سب کیلیے بیشمار ہیں، نکاح یا شادی کے لیے اسی لیے اردو میں بھی دوسرا لفظ "خانہ آبادی "کا ہے۔۔ اجڑے ہوئے سنسان اور ویران گھر گھرانے اسی ذریعہ سے آباد ہوتے ہیں، مردوزن کے باہمی تعلق کو اسلام نے صرف اسی صورت میں جائز رکھا ہے، کہ زوجین کا اس سے اصل مقصود ایک خاندان کی بنیاد رکھنا، ایک مستقل معاشرہ قائم کرنا ہو، اپنے کو مہذب و متمدن کہلانے والی۔[32]

پس معلوم ہوا کہ جب نکاح اخلاقی، اجتماعی اور روحانی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی تعلقات کی اہمیت کو اس آیت سے سمجھا جاسکتا ہے کہ بوقت ضرورت ان کے ساتھ مناسب تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں۔ پھر عصر حاضر میں صورتحال کچھ اس طرح کی ہوچکی ہے کہ لوگوں کی سوچ اور پرکھنے کے پیمانے بدل گئے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کو بھی تنقیدی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی بڑھ گئی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ شرعی اجازت کی حد تک تعلقات کو تشہیر کی جائے۔ علامہ حقانی لکھتے ہیں:

اہل کتاب کی پارسا عورتوں سے بھی نکاح کرنا حلال ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب عورتوں سے جب نکاح درست ہے جبکہ وہ مسلمان ہوجاویں۔ جمہور کے نزدیک بغیر مسلمان ہوئے نکاح درست ہے کیونکہ عورت زیردست ہے۔ امید ہے اس کی صحبت سے اسلام میں آجاوے۔ برخلاف مرد کافر کے خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی اور ہو مسلمان عورت کا نکاح اس سے درست نہیں۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔ اکثر فقہاء کتابیات کو جن سے نکاح درست ہے ذمیات میں منحصر کرتے ہیں۔ سعید بن المسیب اور حسن کے نزدیک اس کی کچھ قید نہیں۔ مجوس اہل کتاب میں داخل نہیں مگر ابو ثور کے نزدیک داخل ہیں۔ پھر ان سب کے نکاح میں مہر ادا کرنا پارسائی اور ہمیشہ کو ساتھ رکھنے کا قصد ملحوظ ہونا شرط ہے جیسا فرماتا ہے اذا آتیتمو ھن اجور ھن الآیہ۔[33]

البتہ علامہ حقانی نے اہل کتاب میں سے صرف ذمیوں کی حد تک نکاح کی اجازت دی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ان اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے جو مسلمانوں کی رعیت اور زیر فرمان ہوں اور ان کو ذمی کہتے ہیں کہ ان کے جان و مال کی حفاظت کا اسلام نے ذمہ لے لیا ہے۔[34]

علامہ حقانی نے یہ لکھا ہے کہ صرف ذمی اہل کتاب سے ہی نکاح ہو سکتا ہے باقیوں سے نہیں، تو ان کی یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے مطلق اہل کتاب سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ اس لیے اس مطلق کو بلا دلیل ذمیوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ایسے اہل کتاب جو ملحد قسم کے ہو گئے ہوں، ان سے نکاح کی ممانعت ہو سکتی ہے۔ بہر حال یہ آیت اور قرآن کا حکم اہل کتاب سے تعلقات کے حوالے سے سنہری اصول ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ کتابی عورت کے ساتھ نکاح کی حلت اور مشرک عورت کے ساتھ نکاح کی حرمت کی شرعی حکمت: بلاشبہ نکاح ان پختہ روابط اور مضبوط تعلقات میں سے جو لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرتے ہیں اور رحمت و بھائی چارہ کے دواعی میں سے قوی قرین ذریعہ ہے۔۔۔۔۔ پس اگر وہ بیوی کتابیہ ہو گی تو مسلمان خاوند کے لیے ممکن ہے کہ وہ اس کے سامنے اسلام، اس کے محاسن، اس کی تعلیمات اور اس کے فضائل کو واضح کرے اور اسلام کے جو گوشے ابھی تک اس پر مخفی رہے ہیں، ان کو سامنے لائے (اس قریبی تعلق اور اعتماد کی بنیاد پر) غالب گمان ہے کہ اپنی طبیعت کی نرمی اور اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت کی بناء یہ امور اس کتابیہ عورت کے دل میں جگہ بنا لیں۔ خصوصی طور پر عورتوں میں پائی جانے والے رقت و نرمی اس پر مددگار ہوتی ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب عورت کتابیہ ہو مشرک نہ ہو۔

اسلام اور اہل کتاب میں قربت اور مشابہت کی بناء پر اسلام کی تعلیمات کے یہ بیج یقیناً بار آور ہوں گے۔ کیونکہ ان میں سے ہر کوئی کتاب منزل اور رسول مبین کے ساتھ متدین ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اسلام اہل کتاب کے ساتھ گہری مودت اور قابل اعتماد تعلق میں احتیاط برتنے کی تلقین کرتا ہے مگر ان کے ساتھ معاشرت کو منع نہیں کرتا۔ ایسا کیوں نہ کہ ان کے ساتھ ساتھ مل جل کر رہنے میں ذہنی شکوک و اوہام کے ازالہ کا امکان موجود ہے۔

خلاصہ بحث

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے جو انسانیت کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کے راستے کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں تعلقات کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دین اسلام وہ دین ہے جس کے قوانین نہ صرف ماضی کے لیے کارآمد تھے بلکہ حال اور مستقبل میں بھی ترقی کے ضامن ہیں۔ اسی لیے مذہب اسلام نے تعلقات کے لفظ کو وسیع مفہوم سے بیان کیا ہے۔ ہمارا مذہب ہمیں اپنوں اور غیروں سب کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہمارا مذہب اور شریعت اسلامی ہمیں تعلقات کے مفہوم سے آگاہی کے ساتھ ساتھ یہ بھی راہنمائی فرمائی ہے کہ تعلقات نہ صرف مسلمانوں کے

مسلمانوں کے ساتھ بلکہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ اور دوسرے ممالک کے لوگوں کے ساتھ رکھنا یہ جائز عمل ہے۔ اسلام غیر مسلم اقوام کے ساتھ اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور انسانی تعلقات کے منقطع کرنے سے روکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اس بات کی قطعا اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان کسی دوسرے مذہب یا دین یا تہذیب کا حصہ بن جائیں اور کامیابی کے راستے سے ناکامی کے راستے پر چلنے لگیں، ہمارا دین ہمیں انسانیت کے ساتھ بنیادیں حقوق اوران کے ساتھ جائز تعلقات کے تحت اس کی حفاظت کا بھی حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید، تفاسیر قرآنی اور احادیث مبارکہ میں بھی یہی راہنمائی ہے کہ حدود وقیود کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات رکھنا یہ جائز ہے لیکن شریعت اسلامیہ نے جو ہم پر احکامات صادر کئے ہوئے ہیں ان کی پاسداری کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے۔

سفارشات وتجاویز

- مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کو منظر عام پر لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس موضوع پر تقاریب اور سیمینار منعقد کیے جائیں۔
- غیر مسلم اقوام کے ساتھ تعلقات کے احکام کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔
- غیر مسلم اقوام کے ساتھ تعلقات کے احکام کو منظر عام پر لانے کے لیے ضروری ہے کہ اس مقالہ کو شائع کیا جانا چاہیے۔
- لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنی چاہیے کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی صورت میں ہی ان کو دین اسلام کی طرف دعوت دی جاسکتی ہے۔
- منتخب مفسرین کے حالات زندگی کے بارے میں لوگوں کو آگاہی سے نوازنا چاہیے۔
- ہمیں قرآن پاک کی تفاسیر، احادیث طیبہ اور دوسری اسلامی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ ہمیں اس بات کا علم ہو جائے کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہے۔
- جامعات، کالجوں، دارالعلوم، مدارس اور سکولز کی سطح پر بچوں کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کے حوالے سے معلومات فراہم کریں۔ اور انھیں اس کے بارے میں آگاہی دیں۔
- ٹیلی ویژن پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کے حوالے سے گفتگو ہونی چاہیے۔

- غیر مسلموں سے تعلقات کے بارے میں آگاہی اور شعور پیدا کرنے کے لیے اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے۔
- مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات کے حوالے سے تحقیقی مضامین لکھوائے جائیں۔

حوالہ جات

[1] دریا آبادی، عبد الماجد، آپ بیتی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1974ء، ص ۵۹

[2]- ہفتہ وار صدق، توضیحی اشارہ 1935ء، خدا بخش اورنٹیئل پبلک لائبریری، بھارت، ص ۱۱

[3]- دریابادی، عبد القوی، ذکر ماجد، عبد الماجد دریابادی اکیڈمی لکھنؤ، انڈیا، ص ۳۱

[4]- حقانی، عبد الحق، عقائد اسلام، عقائد اسلام، ص ۲۶۰، ادارہ اسلامیات، انار کلی بازار لاہور، 1998ء

[5]- لکھنوی، عبد الحئ، نزہۃ الخواطر، ج ۳، ص ۳۸۲، دار العلم المایین، بیروت، 2001ء

[6]- لکھنوی، عبد الحئ، نزہۃ الخواطر، ج ۳، ص ۳۸۹

[7]- ماہنامہ القلم، دسمبر ۲۰۱۴، شمارہ ا مجلد ۱۷، مولانا عبد الحق حقانی اور قرآن پر استشراقی اعتراضات، ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل، ص ۳۸

[8]- الافریقی، ابن منظور، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1988ء، ج ۱، ص 8

[9]Vol. vi, page, 194, The Oxford English Dictionary, Second Edition, Clarendon press oxford, 1989.

[10]- فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز اینڈ سنز لمیٹیڈ، کراچی، 1964ء، ص ۳۶۳، ۶۲۷

[11]- سورہ لقمان، ۳۱: ۱۵

[12]- حقانی، عبد الحق دہلوی، تفسیر فتح المنان المعروف تفسیر حقانی، میر محمد کتب خانہ کراچی، ج ۳، ص ۵۷۴

[13]- دریابادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی رجسٹرڈ، سن ندارد، ص ۸۴۶

[14]- سورہ البقرۃ، ۲: ۲۷۲

[15]- دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱۲۵

[16]- حقانی، تفسیر حقانی، ج ۲، ص ۱۸

[17]- کاندھلوی، محمد بن ادریس، تفسیر معارف القرآن، مکتبۃ المعارف، شہداد پور، سندھ، 1422ھ، ج ۱، ص ۵۲۲

18-سعیدی، غلام رسول، تفسیر تبیان القرآن، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، ج۱، ص۹۶۹

19-سورہ الممتحنہ، ۶۰:۸_۹

20-دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، ص۱۰۹۰

21-ایضا

22-حقانی، تفسیر حقانی، ج۴، ص۵۰۹

23-سورہ المائدہ، ۵:۵

24-ابوالحجاج مجاھد بن جبر التابعی (المتوفی:104ھ)، تفسیر مجاهد، دار الفکر الإسلامي الحدیثیہ، مصر، 1989ء، ج۱، ص۳۰۰

25-الزحیلي، وھبہ بن مصطفی، التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج، دار الفکر المعاصر، دمشق، ج۶، ص۹۸

26-دریابادی، تفسیر ماجدی، ص۲۷۲

27-الجصاص، احمد بن علی ابو بکر الرازي (المتوفی:370ھ)، أحكام القرآن، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، 1994ء، ج۱، ص۴۰۶

28-حقانی، تفسیر حقانی، ج۲، ص۲۵۰

29-اصلاحی، تدبر القرآن، ج۲، ص۴۶۵_۴۶۶

30-سورہ المائدہ، ۵:۵

31-دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، ج۲، ص۲۷۲_۲۷۳

32-دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، ص۲۷۳

33-حقانی، تفسیر حقانی، ج۲، ص۲۵۱

34-ایضا ج۲، ص۲۵۲

Bibliography

1. Darya abadi, abdul majid aap betti,majlis nashriat islam, Karachi,1974
2. Hafta war sidq, touzai eshara1935, khuda baksh, oriential public library, india,
3. Darya abbadi,abdul qawi,ziker majid,abdul majid darya abbadi,india
4. Haqqani,abdul haq,aqaid e islam,edara islamiat,nar kli bzaar lahore,1998
5. Likhnavi,Abdul hai,nuzhatulkhawater,dar ul elm almayain,Baroot,2001
6. Likhnavi,Abdul Hai,Nuzhatul khawater

7. Mahnama Alqalam,December,2014,Molana abdul haq haqani ore quran pr esteshraqi eatrazat,Dr Hafiz Muhammad Israeel,p38 8.Alafreqi, ibn e manzoor,Lisan ul Arab,Dar aKhya alturass Alarabi,Baroot,1988
8. Vol, vi, page, 194 The Oxford English Dictinary, Second Edition, Clarendon press oxford, 1989
9. Farooz ud din, farooz ul lughat,Farooz and sons Limited, Karachi, 1964
10. Luqman,31;15
11. Haqani,Abdul haq Dehlvi,Tafseer Fathulmanan,Almaroof Tafseer Haqqani, Mir Muhammad kutab khana Karachi
12. Darya Abadi, Abdul Majid, Tafseer Majdi, PakcompaniRejister, p746
13. Alislahi, Amin ahsan, Tafseer Tadabbar ul quran, Faran foundattion, Lahore, 2009
14. Albaqra,2;27
15. Daryabaddi,Tafseer Majdi,p125
16. Tafseer Haqanni
17. Kandalvi,Muhammad bin Adrees,Tafseer Maraful Quran, Maktaba, Almaraf, Shadad pur, Sindh,1422,j1,p522 19.Saeedi,Ghulam Rasool, Tibtan ul Quran, Fareed Book Stal, Urdu Bazar Lahore
18. Almumtahinna,60;89
19. Darya Abbadi,AbdulMajid,Tafseer Majdi,p1090
20. Haqani,Tafseer Haqa
21. Almaida,5;5ni
22. Abu Alhajaj Mujahid bin jabar Altabi,Tafseer Mujahid,Dar ul Fikr AlislamiAlhadisia,Misar,1989
23. Alzuhali,Wahba bin Muatafa,Altafseer ul Munir,Dar ul Fikr AL muaasir,Damishk
24. Darya badi,Tafseer Majdi, Aljasas,Ahmad bin Ali Abu Bakr Al razi
25. Akham ul Quran,Dar ul kuttab Alelmia,Baroot,1994
26. Haqani, Tafseer haqani
27. Islahi,Tadubar ul Quran
28. Surah Almaida,5;5
29. Darya badi,Abdul Majid,Tafseer Majdi
30. Darya badi,Abdul Majid,Tafseer Majdi
31. Haqani,tafseer haqani,
32. same
33. Hafta war sidq,1935,india,khuda bakhash,oriential public library.